QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

شریعتِ یہود میں نظریہ جنگ: احادیثِ صحیحہ کے تناظر میں ایک تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

The Concept of War in Jewish Law: A Comparative and Analytical Study in the Light of Ṣaḥīḥ Ḥadīth

1. Fraz Ahmed
PhD Scholar, Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.
Email: frazpu1@gmail.com
2. Dr. Muhammad Zahid Zaheer Iqbal
Lecturer, Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.
Email: zahid.zaheer@iub.edu.pk

Abstract

War is a significant religious, social, and political phenomenon that has been interpreted differently by various religious traditions. This research presents a comparative and analytical study of the concept of war in Jewish Law in the light of the Torah and Talmudic traditions and compares it with the principles of warfare mentioned in Ṣaḥīḥ Ḥadīth. The study examines the foundations, types, ethical principles, peace agreements, and treatment of non-combatants in Jewish sources, while also analyzing the justification, conditions, lawful and unlawful forms, and moral limits of war in the light of Ṣaḥīḥ Ḥadīth. Using a comparative and analytical approach, the research finds that both traditions consider war as a regulated and exceptional act rather than an unrestricted practice. However, Jewish Law mainly relates war to the history of Israelites, the Promised Land, divine commands, and religious identity, whereas Ṣaḥīḥ Ḥadīth presents war as a limited measure for defense, removal of oppression, establishment of justice, protection of human life, and preservation of peace. The study highlights the similarities and differences between the two religious perspectives and provides an analytical understanding of their concepts of warfare.

Keywords: *Jewish Law, Torah, Talmud, War, Ṣaḥīḥ Ḥadīth, Comparative Study.*

جنگ انسانی تاریخ کا ایک اہم سماجی، سیاسی اور مذہبی مظہر ہے، جسے مختلف مذاہب نے اپنے مخصوص نظریات اور اصولوں کے تحت بیان کیا ہے۔ شریعتِ یہود میں جنگ کا تصور بنیادی طور پر تورات اور تالمودی روایات میں ملتا ہے، جہاں اسے الٰہی حکم، ارضِ موعود کے حصول، قومی دفاع اور مذہبی تشخص کے تحفظ کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ احادیث صحیحہ میں جنگ کو اصل مقصد نہیں بلکہ ظلم و جارحیت کے خاتمے، دفاعِ جان و مال، مظلوموں کی مدد، امن کے قیام اور عدل کے تحفظ کے لیے ایک محدود اقدام قرار دیا گیا ہے۔ احادیثِ صحیحہ میں جنگ کے جواز، شرائط، اخلاقی حدود، غیر مقاتلین کے تحفظ اور معاہدات کی پابندی کے اصول واضح کیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر تحقیق میں شریعتِ یہود اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نظریہ جنگ کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس میں دونوں مذہبی روایات کے جنگی تصورات، مقاصد اور اخلاقی اصولوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

یہودی شریعت کے بنیادی مصادر تورات اور تالمود ہیں، اس لیے زیرِ نظر مطالعہ میں یہودی نظریہ جنگ کو انہی بنیادی مذہبی مصادر کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، جبکہ اسلامی پہلو کے لیے احادیثِ صحیحہ کو بنیادی ماخذ کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔

1۔ جنگ کے لغوی مفہوم

لفظ جنگ فارسی زبان سے ماخوذ ہے، جس کے معنی لڑائی، مقابلہ، نزاع اور باہمی تصادم کے ہیں۔ عربی زبان میں جنگ کے لیے بالعموم حَرب، قِتال اور مُحارَبہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ لغوی کتب میں لفظ حرب کے معنی لڑائی، دشمنی اور مخالفت کے بیان کیے گئے ہیں۔

امام جوہری (م393ھ) لکھتے ہیں:

"الحَرْبُ نَقِيضُ السَّلْمِ، وَهِيَ الْقِتَالُ".(1)

حرب، سلام کی ضد اور قتال کو کہتے ہیں۔

خلیل بن احمد الفراہیدی (م175ھ) نے لفظ **حرب** کے مفہوم میں دشمنی اور قتال کو شامل کیا ہے:

"الحَرْبُ: نَقِيضُ السِّلْمِ". (2)

راغب اصفہانی م502ھ کے مطابق:

"الحَرْبُ: نَقِيضُ السَّلْمِ، وَهِيَ الْمُقَاتَلَةُ". (3)

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ابن منظور م 711ھ نے بھی لسان العرب میں حرب کو قتال اور دشمنی کے معنی میں بیان کیا ہے:

"والحَرْبُ: نَقِيضُ السِّلْمِ، وَهِيَ الْقِتَالُ". ([4])

ان لغوی توضیحات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کا بنیادی مفہوم سلام کے مقابلے میں مسلح تصادم، قتال اور دشمنی ہے۔

1.1۔ عبرانی لغات میں جنگ کے لغوی مفہوم

عبرانی زبان میں جنگ کے لیے لفظ מִלְחָמָה (Milḥāmāh) استعمال ہوتا ہے، جو عبرانی مادہ לחם (Lḥm) سے مشتق ہے۔ عبرانی لغات میں اس مادے کا مفہوم مقابلہ، مزاحمت اور دشمن کے ساتھ تصادم کے معنی میں آتا ہے۔

مشہور عبرانی لغت Brown–Driver–Briggs Hebrew Lexicon میں:

מִלְחָמָה (milḥāmāh): battle, war, warfare, combat([5])

یعنی: جنگ، لڑائی، جنگی کارروائی اور مسلح مقابلہ۔

اسی طرح Gesenius' Hebrew–Chaldee Lexicon میں:

מִלְחָמָה signifies war, battle, fight.([6])

2۔ جنگ کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی طور پر جنگ سے مراد دو یا دو سے زیادہ گروہوں کے درمیان کسی مقصد کے حصول کے لیے ہونے والا منظم مسلح تصادم ہے۔ اسلامی فقہی اصطلاح میں اس کے لیے عموماً قتال کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جو مخصوص شرعی ضوابط کے تحت دشمن کے مقابلے کو ظاہر کرتا ہے۔

جرجانی (م 816ھ) نے التعریفات میں قتال کے مفہوم کو دشمن کے مقابلے سے متعلق بیان کیا ہے:

"القتال: المحاربة بين اثنين أو أكثر". ([7])

قتال دو یا دو سے زیادہ فریقوں کے درمیان جنگ کو کہتے ہیں۔

ابن عبد البر (م 463ھ) نے الاستذکار میں جہاد و قتال کے مسائل فقہی ابواب کے تحت بیان کیے ہیں، لیکن:

"جہاد و قتال کے مسائل کو شرعی احکام اور حدود کے تحت بیان کیا ہے([8])"

امام ماوردی (م 450ھ) کی اپنی کتاب الأحكام السلطانية میں جہاد اور قتال کا ذکر موجود ہے، لیکن:

"قتال کو اجتماعی نظم اور مصلحتِ عامہ کے ساتھ مربوط کیا ہے"([9])

لہٰذا اصطلاحی اعتبار سے جنگ محض مسلح تصادم کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا اجتماعی عمل ہے جو مخصوص مقاصد، حالات اور اخلاقی و قانونی حدود کے تحت انجام دیا جاتا ہے۔ اسلامی تصورِ جنگ میں قتال کو عدل، دفاع اور امن کے قیام کے اصولوں کا پابند قرار دیا گیا ہے۔

3۔ تورات میں جنگ کا تصور

تورات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدسہ کی طرف اپنی قوم کو لے جانے اور وہاں پر اباد قوام کے ساتھ مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہی حکم قومِ بنی اسرائیل کے لیے واجب جنگ کا آغاز تھا۔

4۔ تورات میں جنگ کی بنیادیں

تورات میں جنگ کو محض سیاسی یا عسکری عمل نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے مخصوص دینی، اخلاقی اور قومی مقاصد کے تحت مشروع قرار دیا گیا ہے۔ توراتی تعلیمات کے مطابق جنگ کی بنیادی وجوہات میں الٰہی حکم کی تعمیل، ارضِ موعود پر قبضہ، بنی اسرائیل کا دفاع، مشرکانہ اقوام کا خاتمہ، اور الٰہی شریعت کا نفاذ شامل ہیں۔

ا۔ الٰہی حکم

تورات میں متعدد جنگیں براہِ راست خدا کے حکم سے لڑی گئیں۔ بنی اسرائیل کو کنعان کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد وہاں کی بعض اقوام کو نیست و نابود کرنے کا حکم دیا گیا ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاہدہ یا نرمی نہ کی جائے جسے الٰہی فرمان کی تعمیل تصور کیا گیا۔([10])

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

۲۔ ارضِ موعود پر قبضہ

کتاب تورات میں یہ عہد ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے اور ان کی نسل سے کنعان کی سرزمین کا عہد کیا تھا۔ لہٰذا اس سرزمین پر قبضہ حاصل کرنا جنگ کی ایک بنیادی وجہ قرار پایا۔ ([11])

۳۔ دفاعِ قوم و سرزمین

تورات میں بعض جنگیں بنی اسرائیل کے دفاع اور دشمن کے حملوں کو روکنے کے لیے بھی مشروع قرار دی گئی ہیں۔ دشمن کی جارحیت کے مقابلے میں قوم کی حفاظت ایک جائز بنیاد سمجھی گئی۔ تورات میں حکم خداوندی ہے جنگ میں کبھی بھی دشمن کے لشکر اور دستے کو دیکھو تو ڈرنا نہیں بلکہ ہمت رکھو کیونکہ کے خدا تمہارے ساتھ ہے۔ ([12])

۴۔ شر اور بت پرستی کا خاتمہ

تورات کے مطابق کنعان کی بعض اقوام شرک، بت پرستی اور اخلاقی فساد میں مبتلا تھیں، اس لیے ان کے خلاف جنگ کو مذہبی تطہیر کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ ([13])

۵۔ الٰہی شریعت اور قومی تشخص کا تحفظ

تورات میں جنگ کا ایک مقصد بنی اسرائیل کے دینی تشخص اور شریعت کی حفاظت بھی بیان کیا گیا ہے، تاکہ وہ غیر اقوام کے مذہبی اثرات سے محفوظ رہیں۔ روایات تورات میں ملتا ہے کہ ان سے نہ رشتہ داری کرنا... کیونکہ وہ تیرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کر دیں گے۔ "([14])

تورات میں جنگ کی بنیاد صرف فوجی یا سیاسی مفاد نہیں بلکہ الٰہی حکم، ارضِ موعود کا حصول، دفاعِ قوم، شرک و فساد کا خاتمہ، اور دینی تشخص کا تحفظ ہے۔ انہی بنیادوں پر تورات میں جنگ کو بعض مواقع پر مذہبی فریضہ اور الٰہی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔

5۔ تورات میں بیان کردہ جنگوں کی اقسام

تورات میں جنگ کو نہ صرف ایک تاریخی روایت سمجھ کر بیان کیا گیا ہے بلکہ یہ مذہبی اور قانونی فریم ورک کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ اس میں جنگ کے مقاصد، طریقہ کار اور حکمی حدود کی تفصیل شامل ہے، تاکہ قوم کو نہ صرف دفاع بلکہ عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق لڑنے کی رہنمائی مل سکے۔ تورات میں جنگوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

i. **واجب جنگ:** واجب جنگ سے مراد وہ جنگ ہے جس کا حکم تورات میں براہِ راست خداوند کی طرف سے دیا گیا۔ اس نوع کی جنگ سات کنعانی اقوام کے خلاف لڑی جاتی تھی، جن کے بارے میں مکمل نابودی، عدمِ مصالحت اور عدمِ رحم کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ارضِ موعود پر بنی اسرائیل کا قبضہ قائم ہو سکے۔ ([15])

ii. **سخت تر جنگیں:** سخت جنگ سے مراد وہ جنگ ہے جو تورات کے مطابق ایسی اقوام کے خلاف لڑی جاتی تھی جنہیں خداوند کے حکم سے مکمل طور پر نیست و نابود کرنا مقصود ہو۔ اس نوع کی جنگ میں دشمن کے مرد، عورتیں، بچے، مویشی اور دیگر وسائل تک کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ ان کی قوت اور اثرات کا مکمل خاتمہ ہو سکے" ([16])

iii. **توسیعی یا اختیاری جنگیں:** وہ جنگ ہے جو دفاعی، سیاسی یا سلطنت کی توسیع کے مقاصد کے لیے لڑی جاتی تھی۔ اس نوع کی جنگ میں پہلے صلح کی پیشکش کا حکم دیا گیا، اور انکار کی صورت میں جنگ کی اجازت دی گئی، جس میں جنگی مردوں کو قتل جبکہ عورتوں، بچوں اور اموال کو مالِ غنیمت قرار دیا گیا۔ ([17])

حضرت یوشع علیہ السلام کی جنگیں واجب جنگ، حضرت ساؤل علیہ السلام کی عمالیقیوں کے خلاف جنگ سخت تر جنگ، جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی مہمات اختیاری جنگ کی نمایاں مثالیں ہیں۔

6۔ تورات میں جنگ کے اخلاقی و عملی اصول

ا۔ صلح کی پیشکش پہلے کی جائے

تورات میں جنگ کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی بھی شہر پر حملہ کرنے سے قبل صلح کی دعوت دی جائے۔ اگر فریقِ مخالف دعوت قبول کر لے تو جنگ سے اجتناب کیا جائے، اور اگر انکار کرے تو جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ اس اصول کا مقصد غیر ضروری خونریزی سے گریز، امن کی ترجیح اور جنگ کو آخری چارۂ کار بنانا ہے۔ ([18])

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

۲۔ غیر مقاتلین کو موقع دیا جائے کہ وہ میدان جنگ سے دور ہو جائیں

تورات کے مطابق جنگ میں غیر مقاتلین کے تحفظ کا اصول ملحوظ رکھا گیا ہے، جس کے تحت عورتوں، بچوں اور دیگر غیر جنگی افراد کو حتی الامکان جنگ کے نقصانات سے محفوظ رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اس کا مقصد جنگ کو اخلاقی حدود کا پابند بنانا اور غیر ضروری خونریزی سے اجتناب کرنا ہے۔(19)

۳۔ عبرانی غلام کو آزادی دی جائے

تورات کے مطابق عبرانی غلام کو غلامی کی مستقل حالت میں نہیں رکھا جا سکتا، بلکہ ساتویں سال یا یوبلی کے موقع پر اسے آزاد کرنا لازم ہے، تاکہ انسانی وقار اور انصاف کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔(20)

۴۔ غیر عبرانی غلام (Asir-e-Jang) کے حقوق

تورات میں غیر عبرانی جنگی قیدیوں کے ساتھ بھی انسانی اور اخلاقی سلوک کی ہدایت دی گئی ہے۔ بالخصوص عورتوں کو فوری طور پر غلام بنانے یا فروخت کرنے کے بجائے ان کے لیے مخصوص شرائط مقرر کی گئی ہیں، اور اگر ان سے نکاح نہ رکھا جائے تو انہیں آزاد کر دینے کا حکم دیا گیا ہے۔(21)

7۔ عہد نامہ قدیم میں جنگی نصوص کی تدوینی تبدیلیاں

فائرسٹون کے مطابق عہد نامہ قدیم کی تدوین کے دوران بعض ایسے حصے حذف کر دیے گئے جن میں یہودیوں کی جنگوں اور عسکری جدوجہد کا ذکر تھا۔ اس کی نمایاں مثال کتبِ مکابیین (Books of Maccabees) ہیں، جن میں یونانی حکمران انطیوخس چہارم (Antiochus IV) کے خلاف یہودیوں کی کامیاب بغاوت اور ہیکلِ ثانی کی دوبارہ تطہیر کا بیان ملتا ہے۔ ان کتابوں کو بعد میں یہودی مذہبی صحائف سے نکال دیا گیا۔(22)

فائرسٹون کے مطابق ربیوں نے جنگی کامیابی کے بجائے حنوکہ (Hanukkah) کے معجزۂ چراغ کو زیادہ اہمیت دی، جبکہ اصل تاریخی جنگ اور اس کے ہیروز کو پس منظر میں رکھا۔ اسی لیے تالمود میں اس جنگ کی تفصیل بہت کم ملتی ہے، جبکہ یوسفوس (Josephus) اور کتبِ مکابیین اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔(23)

8۔ تالمود میں جنگ کا تصور

8.1۔ تالمودی نقطہ نظر

تالمودی تعلیمات کے مطابق جنگ کو معمول کا عمل نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اسے آخری اور غیر پسندیدہ راستہ قرار دیا گیا ہے۔ تالمودی ربیوں کے نزدیک واجب جنگ صرف انبیاء کے زمانے تک محدود تھی، جبکہ اختیاری جنگ کو حضرت مسیح کے ظہور تک مؤخر کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے بعد کے ادوار میں جب بھی کسی یہودی رہنما نے مسلح بغاوت یا جنگ کی کوشش کی، تو بہت سے تالمودی ربیوں نے اس کی مخالفت کی اور بعض کو جھوٹا مسیحا قرار دیا۔

> The wars waged by Joshua to conquer (Canaan) were obligatory in the opinion of all; the wars waged by the house of David for territorial expansion were voluntary in the opinion of all; where that differ is with regard to (wars) against heathens so that these should not march against them. One calls them commanded and the other voluntary, the practical issue being that one who is engaged in the performance of a performance of another from exempt is commandment.(24)

> حضرت یوشع علیہ السلام کے ذریعہ کنعان کی فتح کے لیے لڑی جانے والی جنگیں سب کی رائے میں واجب تھیں، جبکہ داؤد کے خاندان کی جانب سے علاقائی توسیع کے لیے لڑی جانے والی جنگیں سب کی رائے میں اختیاری تھیں۔ جہاں اختلاف پایا جاتا ہے وہ بت پرستوں کے خلاف جنگوں کے بارے میں ہے، تاکہ وہ ان پر حملہ نہ کریں۔ کچھ علماء ان جنگوں کو واجب (فرمان شدہ) کہتے ہیں اور کچھ اختیاری، اور عملی مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص ایک حکم کی ادائیگی میں مصروف ہو، وہ دوسرے حکم کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ تالمودی ربی واجب جنگ کو حضرت یوشع علیہ السلام کے دور تک محدود کرتے ہیں، جبکہ اختیاری جنگ کو حضرت مسیح کے ظہور تک مؤخر قرار دیتے ہیں۔ فائرسٹون کے مطابق ربیوں نے جنگ سے متعلق احکام کو اس انداز سے بیان کیا کہ وہ عام لوگوں کی سمجھ سے دور ہو گئے۔ ان کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

نزدیک یہ طرزِ عمل یہودیوں کو بغاوت اور مسلح جدوجہد سے دور رکھنے کی ایک کوشش تھی، جس کے نتیجے میں جنگ سے متعلق بعض روایات اور نصوص بھی پس منظر میں چلی گئیں۔*(25)

یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اہم مقدس کتابوں سے پورے پورے ان ابواب کو بھی نکال ڈالا،(26) جو علم بغاوت یا نظریہ جنگ کی کسی بھی معنی میں معاونت کرتے ہوں اور ارض فلسطین کی طرف زیادہ تعداد میں ہجرت کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ اور یہودی ربیوں کے نیز یہ ایک مکروہ کام تھا۔

> The rabbis discouraged mass movements that might have instigated a backlash by the various gentile powers under which the Jews lived after the destruction of the second Jerusalem temple(27)
>
> ربیوں نے بڑی تعداد میں ہونے والی تحریکوں کی حوصلہ شکنی کی جو مختلف غیر یہودی طاقتوں کی جانب سے ممکنہ ردعمل کو جنم دے سکتی تھیں، جن کے تحت یہودی دوسرے یروشلم کے ہیکل کے انہدام کے بعد رہ رہے تھے۔

9۔ تورات اور تالمود میں جنگ کے نظریات کا تضاد

تورات اور تالمود یہودی متون ہیں جو نہ صرف مذہبی تعلیمات دیتے ہیں بلکہ تاریخی اور عملی رہنمائی بھی فراہم کرتے ہیں۔ تورات میں بنی اسرائیل کی جنگیں اور ان کے مقاصد واضح اور تفصیلی طور پر بیان کیے گئے ہیں، جبکہ تالمود نے بعد میں ان جنگوں کے نظریات کو محدود یا مختلف انداز میں پیش کیا۔ یہ تضاد صرف متن کی ترتیب یا تشریح کا نہیں بلکہ جنگ کے فلسفے اور اخلاقیات کے بارے میں بھی ہے۔

9.1۔ تورات کا نقطہ نظر:

- تورات میں جنگ کو فرضی، سخت اور توسیعی تین زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- فرضی جنگیں اللہ کی ہدایت کے تحت لڑی جاتی ہیں، جس میں دشمن کی مکمل شکست اور قبضے کا حکم ہوتا ہے۔
- سخت جنگیں انتہائی حالات میں کی جاتی ہیں، جہاں دشمن کی بداعمالیوں کا مکمل خاتمہ ضروری ہو۔
- توسیعی یا اختیاری جنگیں دفاع اور سرحدوں کے تحفظ کے لیے لڑی جاتی ہیں، جہاں انسانی اور اخلاقی حدود کو برقرار رکھا جاتا ہے۔
- تورات میں صلح کی پیشکش، غیر جنگی افراد کی حفاظت، اور عبری و غیر عبری غلاموں کے حقوق واضح طور پر بیان ہیں۔

9.2۔ تالمود کا نقطہ نظر:

- تالمود نے جنگ کے نظریات کو محدود یا پس پشت ڈال دیا۔
- واجب جنگ کو مخصوص زمانے تک اور Voluntary/ توسیعی جنگ کو مسیحا کے آنے تک موقوف قرار دیا گیا۔
- ربیانی مواد نے فوجی فتح کو نظرانداز کر کے اسے ایک معجزے کے طور پر پیش کیا، جیسا کہ ہنوکا کے چراغ کے واقعے میں ہوا۔
- بڑے پیمانے پر تحریکوں اور فوجی بغاوتوں کی حوصلہ شکنی کی گئی تاکہ غیر یہودی طاقتوں سے ردعمل کا خطرہ کم کیا جا سکے۔

اس تضاد سے یہ بات روشن ہوتی ہے کہ تورات نے جنگ کو قانونی، تاریخی اور اخلاقی فریم ورک کے تحت پیش کیا، جبکہ تالمود نے مسلسل پالیسی، ربیانی تشریح اور سکیورٹی کے نقطہ نظر سے اسے محدود یا تبدیل کیا۔ اس طرح یہودی تاریخ میں جنگ کے نظریات کو مختلف زاویوں سے سمجھنا ضروری ہے۔

10۔ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں جنگ کے جواز کی بنیادیں

احادیث صحیحہ میں جنگ کو باقاعدہ ایک باضابطہ عمل قرار دیا ہے۔ جس کو مخصوص اسباب اور اصولوں کے تحت لڑا جا سکتا ہے۔ جنگ کس وقت جائز ہے اور وہ کون سے اسباب ہے تو اس امر پر بے شمار احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کب اور کن حالت میں جنگ جائز ہے اور اس کا مقصد ظلم، فساد اور جارحیت کا خاتمہ اور عدل و امن کا قیام ہوتا ہے۔ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں جنگ کے جواز کی چند بنیادی بنیادیں درج ذیل ہیں:

ا۔ دفاعِ نفس، جان، مال اور سرزمین کا تحفظ

احادیثِ صحیحہ کی رو سے جان، مال اور وطن کا دفاع جنگ کے جواز کی بنیادی بنیاد ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ۔ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ(28)

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

۲۔ مظلوموں کی نصرت اور ظلم کا ازالہ

اسلام ظلم کے خاتمے اور مظلوم کی مدد کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا(29)

۳۔ دشمن کی جارحیت اور عہد شکنی کا جواب

اسلام میں معاہدات کی پابندی کو بنیادی دینی و اخلاقی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ تاہم اگر فریق مخالف عہد شکنی کرے یا جارحیت کا ارتکاب کرے تو دفاعی اقدام کرنے کا حکم ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کا ارشاد ہے کہ: »مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهُ«(30)

۴۔ دینی آزادی اور امن عامہ کا تحفظ

اسلام میں جنگ کا مقصد جبر کے ذریعے مذہب پھیلانا نہیں بلکہ امن، عدل اور دینی آزادی کا تحفظ ہے۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے کہ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ جُنَّةً يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ(31)، یعنی "حکمران ڈھال ہے، اس کے پس پشت اس کی قیادت میں قتال کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے حفاظت حاصل کی جاتی ہے۔"

11۔ احادیث صحیحہ میں جنگ کی شرائط

احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جنگ ایک غیر معمولی اقدام ہے جس کے آغاز کے لیے چند شرعی، اخلاقی اور قانونی شرائط کی پابندی ضروری قرار دی گئی ہے۔

i. **شرعی جواز کا وجود:** احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کا آغاز صرف اس صورت میں کیا جا سکتا ہے جب اس کے پیچھے کوئی شرعی اور عادلانہ سبب موجود ہو، جیسے دفاعِ نفس، دشمن کی جارحیت کا مقابلہ، مظلوموں کی مدد یا فتنہ و فساد کا خاتمہ۔ محض توسیعِ اقتدار، انتقام یا معاشی مفادات کے حصول کے لیے جنگ کی اجازت نہیں دی گئی۔ (32)

ii. **جائز قیادت اور اجتماعی اختیار:** احادیثِ **صحیحہ** اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنگ کا فیصلہ کسی فرد یا غیر منظم گروہ کا اختیار نہیں بلکہ یہ ریاستی نظم اور جائز قیادت کے تحت ہونا چاہیے، تاکہ جنگ کے فیصلے میں مصلحت، عدل اور اجتماعی مفاد کو ملحوظ رکھا جا سکے۔(33)

iii. **معاہدات اور امان کا احترام:** احادیثِ نبویہ میں **معاہدات** کی پابندی اور امان کی حفاظت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ جب تک فریقِ مخالف معاہدے کا پابند ہو، اس کے خلاف جنگ شروع کرنا جائز نہیں۔(34)

12۔ احادیثِ صحیحہ میں جنگ کی مشروع صورتیں

احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر جنگ مشروع نہیں، بلکہ صرف وہی جنگ جائز قرار پاتی ہے جو شرعی اصولوں، اخلاقی حدود اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق لڑی جائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مشروع جنگ کے لیے متعدد ضوابط اور قیود مقرر فرمائی ہیں۔

12.1۔ مشروع جنگ کی صورتیں

i. **اخلاقی ضوابط کی پابندی کے ساتھ جنگ:** اسلام میں وہ جنگ مشروع ہے جو اخلاقی حدود اور شرعی ضابطوں کی پابندی کے ساتھ لڑی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجاہدین کو خیانت، دھوکہ اور مثلہ سے منع فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی مشروعیت اخلاقی حدود کی پابندی سے مشروط ہے۔(35)

ii. **غیر مقاتلین کے تحفظ کے ساتھ جنگ:** وہ جنگ مشروع ہے جس میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور دیگر غیر جنگجو افراد کو نشانہ نہ بنایا جائے۔(36)

iii. **معاہدات کی پابندی کے ساتھ جنگ:** احادیث صحیحہ کے مطابق معاہدات اور امان کا احترام مشروع جنگ کی بنیادی شرط ہے۔ جب تک دوسرا فریق معاہدے کا پابند رہے اس کے خلاف جنگ شروع نہیں کی جا سکتی۔(37)

iv. **منظم قیادت کے تحت جنگ:** اسلام میں جنگ کا انعقاد جائز ریاستی قیادت اور اجتماعی نظم کے تحت ہونا چاہیے، کیونکہ جنگ ایک اجتماعی معاملہ ہے نہ کہ انفرادی اقدام۔(38)

v. **عدل اور تناسب کے ساتھ جنگ:** اسلامی قانونِ جنگ میں طاقت کے استعمال کو ضرورت اور عدل کے اصولوں کا پابند بنایا گیا ہے، اس لیے غیر ضروری تباہی اور حد سے تجاوز مشروع جنگ کے منافی ہے۔(39)

12.2۔ غیر مشروع جنگ کی صورتیں

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

جس طرح اسلام نے بعض صورتوں میں جنگ کی اجازت دی ہے، اسی طرح بعض جنگی طرزِ عمل اور مقاصد کو صراحت کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے۔

احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو جنگ ظلم، خیانت یا اخلاقی حدود کی پامالی پر مبنی ہو وہ غیر مشروع اور ناجائز ہے۔

i. **خیانت اور عہد شکنی پر مبنی جنگ:** جو جنگ دھوکے، خیانت یا معاہدہ شکنی کے ذریعے شروع کی جائے وہ غیر مشروع ہے، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے عہد شکنی کرنے سے روکا ہے۔[40]

ii. **غیر مقاتلین کو نشانہ بنانے والی جنگ:** عورتوں، بچوں اور دیگر بے گناہ افراد کو دانستہ نشانہ بنانا غیر مشروع ہے۔[41]

iii. **مثلہ اور لاشوں کی بے حرمتی پر مبنی جنگ:** اسلام نے مقتولین کے اعضاء کاٹنے اور لاشوں کی بے حرمتی سے منع کیا ہے، لہٰذا ایسی جنگی کارروائیاں ناجائز ہیں۔[42]

iv. **عصبیت، شہرت اور دنیاوی مفاد کے لیے جنگ:** جو جنگ قومی، نسلی، قبائلی تعصب، ذاتی شہرت یا دنیاوی مفاد کے لیے لڑی جائے وہ اللہ کی راہ میں نہیں۔[43]

v. **ظلم اور حد سے تجاوز پر مبنی جنگ:** احادیث صحیحہ کے مطابق جنگ میں بھی ظلم اور زیادتی ممنوع ہے، اس لیے ایسی تمام جنگی کارروائیاں غیر مشروع ہیں جن میں عدل و انصاف کے اصول پامال ہوں۔[44]

احادیث صحیحہ نے جنگ کے لیے روزِ روشن کی طرح اخلاقی اور قانونی حدود مقرر کی ہیں۔ چنانچہ مشروع جنگ انسانی اقدار کے تحفظ کی ضامن ہے، جبکہ غیر مشروع جنگ ان حدود کی خلاف ورزی پر مبنی ہوتی ہے۔

13۔ شریعتِ یہود اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نظریۂ جنگ کا تقابلی جائزہ

۱۔ جنگ کے جواز کی بنیادوں کا تقابل

شریعتِ یہود میں جنگ کا جواز بنیادی طور پر الٰہی حکم، ارضِ موعود کے حصول اور قومی تحفظ سے متعلق ہے۔[45] جبکہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں جنگ کا جواز دفاعِ جان، ظلم کے خاتمے، مظلوموں کی مدد اور امن کے قیام سے متعلق ہے۔[46]

۲۔ دفاعی و توسیعی جنگ کا تقابل

یہودی مصادر میں دفاعی جنگ کے ساتھ ساتھ ارضِ موعود کے حصول اور دشمن اقوام کے خلاف جنگ کا تصور بھی ملتا ہے۔[47] احادیث صحیحہ میں جنگ بنیادی طور پر دفاعی نوعیت رکھتی ہے اور جارحیت، ظلم یا عہد شکنی کے جواب میں مشروع قرار دی گئی ہے۔[48]

۳۔ غیر مقاتلین کے تحفظ کا تقابل

تورات میں جنگی معاملات کے بعض اصول موجود ہیں، تاہم بعض نصوص میں دشمن اقوام کے خلاف سخت احکامات بھی ملتے ہیں۔[49] احادیثِ صحیحہ میں غیر مقاتلین کے تحفظ کو ایک واضح ضابطہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ چھوٹے بچوں اور عورتیں ان کو قتل نہ کرو۔[50]

۴۔ جنگی اخلاقیات کا تقابل

تورات اور تالمود میں جنگ کے دوران بعض اخلاقی پابندیوں کا ذکر ملتا ہے، جیسے صلح کی پیشکش اور بعض حدود کی پابندی۔[51] اسی طرح احادیثِ صحیحہ میں جنگی اخلاقیات کو زیادہ جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے، جن میں خیانت، بدعہدی اور مثلہ کی ممانعت شامل ہے۔[52]

۵۔ صلح اور معاہدات کا تقابل

یہودی شریعت میں جنگ سے قبل صلح کی پیشکش کا تصور موجود ہے۔[53] احادیث صحیحہ میں صلح اور معاہدات کی پابندی کا بنیادی اصول ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا" مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔"[54]

تقابلی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں شریعتوں میں جنگ کو اصول و ضوابط کا پابند قرار دیا گیا ہے، تاہم یہودی روایت میں جنگ کا تعلق زیادہ تر قومی و ارضی مفادات سے نمایاں ہے، جبکہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں اسلامی نظریۂ جنگ عدل، دفاع، انسانی تحفظ اور معاہدات کی پابندی پر قائم ہے۔

14۔ تقابلی جائزے کے نتائج:

مندرجہ بالا تقابلی مطالعے کی روشنی میں درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں، جن سے شریعتِ یہود اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں نظریۂ جنگ کے بنیادی تصورات، مماثلتوں اور امتیازی پہلوؤں کو واضح کیا جا سکتا ہے۔

i. تقابلی مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ شریعتِ یہود اور احادیثِ صحیحہ دونوں میں جنگ کو ایک غیر معمولی اور اصول و ضوابط کے تابع عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دونوں مذہبی روایتوں میں جنگ کو محض ذاتی مفاد، انتقام یا بے مقصد خونریزی کے لیے جائز قرار نہیں دیا گیا بلکہ اسے مخصوص حالات اور مقاصد کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔

ii. شریعتِ یہود اور اسلامی نظریۂ جنگ کے بنیادی زاویۂ نظر میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ شریعتِ یہود میں جنگ کا تصور زیادہ تر بنی اسرائیل کی قومی تاریخ، ارضِ موعود کے حصول، الٰہی وعدے اور مذہبی تشخص کے تحفظ کے تناظر میں سامنے آتا ہے، جس کی وجہ سے بعض جنگیں مذہبی و قومی فریضے کی حیثیت اختیار کرتی ہیں۔ جبکہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں اسلامی نظریۂ جنگ کا بنیادی محور دفاع، ظلم کا خاتمہ، مظلوم کی حمایت، امن کا قیام اور عدل کا تحفظ ہے، جہاں جنگ کو مستقل مقصد کے بجائے ایک محدود اور ناگزیر اقدام سمجھا گیا ہے۔

iii. جنگی اخلاقیات کے پہلو سے دونوں روایات میں بعض مشترک اصول پائے جاتے ہیں، مثلاً صلح کی اہمیت، عہد کی پابندی اور جنگ کو ضابطوں کا پابند رکھنا۔ تاہم احادیثِ صحیحہ میں غیر مقاتلین کے تحفظ، عہد و امان کی پابندی، مثلہ کی ممانعت اور جنگی اخلاقیات کے اصول زیادہ واضح اور جامع صورت میں بیان ہوئے ہیں۔

iv. تقابلی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دونوں مذہبی نظام جنگ کو ایک منظم اجتماعی عمل قرار دیتے ہیں، لیکن ان کے بنیادی محرکات اور ترجیحی مقاصد مختلف ہیں۔ شریعتِ یہود میں جنگ کا تعلق زیادہ تر قومی و ارضی وعدوں اور بنی اسرائیل کے تاریخی پس منظر سے جڑا ہوا ہے، جبکہ احادیثِ صحیحہ میں جنگ کا نظریہ عمومی اخلاقی اصولوں، عدل، دفاع اور انسانی تحفظ کے وسیع تر تصور پر قائم ہے۔

مندرجہ بالا نتائج سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں مذہبی روایتوں میں جنگ کے حوالے سے کچھ مشترک اصول موجود ہیں، تاہم ان کے مقاصد اور تصورات میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

خلاصہ:

جنگ انسانی تاریخ کا ایک اہم مذہبی، سماجی اور سیاسی موضوع ہے، جسے مختلف مذہبی روایات نے اپنے مخصوص عقائد اور اصولوں کے مطابق بیان کیا ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں شریعتِ یہود میں نظریۂ جنگ کا مطالعہ تورات اور تالمودی مصادر کی روشنی میں جبکہ اس کا تقابلی جائزہ احادیثِ صحیحہ میں بیان کردہ جنگی اصولوں کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

تحقیق میں جنگ کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم، یہودی شریعت میں جنگ کے جواز کی بنیادیں، جنگوں کی اقسام، جنگی اخلاقیات، صلح اور معاہدات کے تصورات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں جنگ کے جواز، شرائط، مشروع و غیر مشروع صورتوں، غیر مقاتلین کے تحفظ اور جنگی اخلاقیات کے اصولوں کو واضح کیا گیا ہے۔

تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعتِ یہود اور احادیثِ صحیحہ دونوں جنگ کو ایک منظم اجتماعی عمل قرار دیتے ہیں جو مخصوص اصول و ضوابط کے تحت انجام پاتا ہے۔ تاہم دونوں کے بنیادی زاویۂ نظر میں فرق پایا جاتا ہے۔ یہودی مصادر میں جنگ کا تصور زیادہ تر بنی اسرائیل کی قومی تاریخ، ارضِ موعود اور مذہبی تشخص کے تحفظ سے وابستہ ہے، جبکہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں اسلامی نظریۂ جنگ دفاع، ظلم کے خاتمے، عدل کے قیام، انسانی تحفظ اور امن کے فروغ سے مربوط ہے۔

یہ تحقیق اس نتیجے تک پہنچتی ہے کہ دونوں مذہبی روایتوں میں جنگ کو بے مقصد خونریزی کے بجائے ایک ضابطہ بند عمل تصور کیا گیا ہے، تاہم ان کے مقاصد، محرکات اور اخلاقی ترجیحات میں نمایاں فرق موجود ہے۔

حوالہ جات

[1] - إسماعيل بن حماد الجوهري، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، تحقيق أحمد عبد الغفور عطار، بيروت: دار العلم للملايين، 1987ء، 1: 106

[2] - الخليل بن أحمد الفراهيدي، كتاب العين، تحقيق مهدي المخزومي وإبراهيم السامرائي، بيروت: دار ومكتبة الهلال، 5: 328

[3] - الحسين بن محمد الراغب الأصفهاني، مفردات ألفاظ القرآن، تحقيق صفوان عدنان داوودي، دمشق: دار القلم، 2009ء، ص: 227

[4] - محمد بن مكرم ابن منظور، لسان العرب، بيروت: دار صادر، 1414ھ، مادة: حرب، 1: 303

[5] - Francis Brown, S. R. Driver, and Charles A. Briggs, The Brown-Driver-Briggs Hebrew and English Lexicon (Peabody, MA: Hendrickson Publishers, 1996), 536.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

6 - William Gesenius, Gesenius' Hebrew-Chaldee Lexicon to the Old Testament, trans. Samuel Prideaux Tregelles (Grand Rapids, MI: Baker Book House, 1979), 476.

7 - علي بن محمد الجرجاني، التعريفات، بيروت: دار الكتب العلمية، 1983ء، ص: 183

8 - يوسف بن عبد الله ابن عبد البر، الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، تحقيق سالم محمد عطا، بيروت: دار الكتب العلمية، 2000ء، 5: 15

9 - علي بن محمد الماوردي، الأحكام السلطانية والولايات الدينية، بيروت: دار الكتب العلمية، 1985ء، ص: 55

10 - عہد نامہ قدیم، استثناء 7: 2

11 - عہد نامہ قدیم، یشوع 1: 2-3

12 - عہد نامہ قدیم، استثناء 20: 1

13 - عہد نامہ قدیم، استثناء 20: 18

14 - عہد نامہ قدیم، استثناء 7: 3-4

15 - عہد نامہ قدیم، استثناء۷: ۱تا۳

16 - عہد نامہ قدیم، سموئیل ، ۱۵: ۳

17 - عہد نامہ قدیم، استثناء، ۲۰: ۱۰تا۱۴

18 - عہد نامہ قدیم، کتاب تثنیہ 20:10-12

19 - عہد نامہ قدیم، کتاب تثنیہ 20:14-13

20 - عہد نامہ قدیم، کتاب خروج ، 21: 2 ؛ استثناء 15: 12–15

21 - عہد نامہ قدیم، کتاب استثناء، 21: 10-14

22 - Reuven Firestone, Holy War in Judaism: The Fall and Rise of a Controversial Idea (New York: Oxford University Press, 2012), 34–39.

23 - Ibid., 39–44

24 - song of songs(in chirstion Bibles) song of Solomon, 2:7, 3:5, 8:4.

25 - Firestone, Reuven, Holy war in Judaism: The fall and rise of a controversial idea (New York, Oxford university press, 2012), 70.

26 - I Maccabees, 4:36-56, New Revised standard version Catholic Bible.

27 - Firestone, p90

28 - امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون مالہ، حدیث: 2480؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، حدیث: 141-

29 - امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً، حدیث: 2444-

30 - امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث: 2759؛ امام ترمذی، سنن الترمذی، کتاب السیر، حدیث: 1580-

31 - امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجہاد، حدیث: 2957؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإمارة، حدیث: 1841-

32 - صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون مالہ، حدیث: 2480؛ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، حدیث: 141-

33 - صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 2957؛ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، حدیث: 1841-

34 - سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث: 2759؛ سنن الترمذی، کتاب السیر، حدیث: 1580-

35 - امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 1731-

36 - امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجہاد، حدیث: 3015؛ امام مسلم، صحیح مسلم، حدیث: 1744-

37 - امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث: 2759-

38 - امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجہاد، حدیث: 2957؛ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإمارة، حدیث: 1841-

39 - امام مسلم[5]، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، حدیث: 2615

40 - امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث: 2759-

41 - امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجہاد، حدیث: 3015-

42 - امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 1731-

43 - امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإمارة، حدیث: 1904-

44 - امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، حدیث: 2577-

45 - عہد نامہ قدیم تثنیہ: 1:7-2، یشوع: 6:17

46 - صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 2786؛ صحیح مسلم، کتاب الامارة، حدیث: 1904

47 - عہد نامہ قدیم تثنیہ: 20:16-17

48 - صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 1731

49 - عہد نامہ قدیم تثنیہ: 20:16-18

50 - صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 3015؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 1744

51 - عہد نامہ قدیم تثنیہ: 20:10

52 - صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث: 1731

53 - عہد نامہ قدیم تثنیہ: 20:10

54 - سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، حدیث: 3594